

ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلی ویژن پر پیش کیا جانے والا سلسلہ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

(۱۰)

انقلابِ نبویؐ کی توسیع خلافتِ فاروقی و عثمانی رضی اللہ عنہما

عَوَدَ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي
ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ (النور: ۵۵)

”اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ اُن کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، اور اُن کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں پسند کیا ہے۔“

امام اہلِ ہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے بجا طور پر اس رائے کا اظہار فرمایا ہے کہ خلافتِ راشدہ درحقیقت نبوتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تتمہ ہے، اور یہ بات اس لئے بالکل قرنِ قیاس ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جو بعثت عامہ ہے، یعنی آپؐ کی بعثت پوری دنیا کی طرف، تمام عالمِ انسانی کی طرف، اس کے فرائض کی تکمیل خلافتِ راشدہ کے ذریعے ہوئی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے جس عمل کا آغاز بنفس نفیس فرمایا تھا، اسے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آنحضور ﷺ نے اپنے دعوتی نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے، پھر غزوہٴ موتہ، پھر سفر تبوک کے مراحل درپیش ہوئے، اور پھر جیشِ اسامہ کی تیاری اور اس کی روانگی کے انتظام سے جس عمل کا آغاز ہوا اسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

اپنے عہد خلافت میں آگے بڑھایا۔ چنانچہ مسلمانوں کی پیش قدمی شام کے ملک میں آپ کے دورانِ خلافت بھی کافی حد تک ہو چکی تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کا سیلاب جس کو بجا طور پر تعبیر کیا علامہ اقبال نے اس طرح کہ : ”نکلتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا!“ یہ نقشہ عہد خلافت فاروقی اور عہد خلافت عثمانی میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی مدت کل دس سال ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارہ سالوں میں پہلے دس سال کی شان بائبل وہی ہے جو خلافت فاروقی کی تھی۔ وہی اتحاد، وہی یکجہتی، وہی ذوقِ جماد، وہی جوشِ عمل، وہی شوقِ شہادت جو ہمیں دور نبوی میں اور عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں نظر آتا ہے، ان بیس سالوں کے دوران یعنی خلافت فاروقی و عثمانی میں بھی تمام و کمال نظر آ رہا ہے۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری دو سالوں میں افتراق و انتشار بھی ہوا ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آئی ہے جس کے اسباب پر اس وقت گفتگو کا موقع و محل نہیں۔

بہر حال یہ عمل جو تقریباً ایک ربع صدی تک جاری رہا ہے اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جاری رہا ہے، اس کے بارے میں ایک بات تو یہ جان لینی چاہئے کہ اس کی اصل غرض و غایت کشور کشائی نہ تھی۔ بقول علامہ اقبال مرحومؒ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن

نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی !

یہ عام ذنیوی فتوحات، یا دوسرے فاتحین کی دنیا میں پیش قدمی سے بالکل ایک مختلف معاملہ ہے۔ چنانچہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے جو فاتح ایران ہیں، ایرانیوں کی جانب سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ ہم پر کیوں چڑھ آئے ہیں؟ یہ جنگ کس لئے ہے؟ ہمارے مابین تو کوئی تنازعات بھی نہ تھے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہ جواب دیا جو تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اور جو تاقیام قیامت روشن و تاباں رہے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کے سوال کے جواب میں کہا :

إِنَّا قَدْ أَرْسَلْنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ ظُلُمَاتِ الْجَهَالَةِ إِلَى نُورِ الْإِيمَانِ

وَمِنْ جُزْرِ الْمُلُوكِ إِلَى عَذْلِ الْإِسْلَامِ

کہ ہم بھیجے گئے ہیں، یعنی میں آیا، نہیں لایا گیا ہوں، ہم خود نہیں آئے، ہم ایک مشن پر ہیں اور وہ مشن کیا ہے! وہ مشن ہے کہ ہم نوعِ انسانی کو جہالت سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لائیں اور بادشاہوں کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر اسلام کے عدل سے روشناس کریں۔ چنانچہ یہ وہی بات ہے کہ اصل مقصد شہادتِ حق تھا۔ شہادت کے ایک معنی اللہ کی راہ میں گردن کٹوا دینے کے بھی ہیں، اور اس طرح گویا کہ یہ ہر مجاہد فی سبیل اللہ کا ایک انفرادی نصب العین ہے۔ یہ وہ تمنا ہے کہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ خود محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان پر آرہی ہے۔

«لَوَدِدْتُ أَنِّي قَاتَلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيتُ ثُمَّ قُتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيتُ» (١)

”اے انسان! جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میری آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی سعادت سے شاد کام ہوں، اور پھر زندہ کیا جاؤں۔“

یہ بات دوسری ہے کہ اپنے رسولوں کے بارے میں اللہ کی یہ سنت ہے، اس کا یہ اٹل قانون ہے کہ وہ مغلوب نہیں ہو سکتے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي﴾ ”اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ لازماً میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔“ اور جو مغلوب نہیں ہو سکتا ظاہر ہے کہ وہ مقتول کیسے ہو سکتا ہے! چونکہ قتل مغلوبیت کی علامت ہے لہذا حضور ﷺ کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ لیکن لفظ شہید کے ایک دوسرے معنی میں بھی ہیں جس کی رو سے ہر رسول شہید ہے اور اس شہید کے معنی ہیں گواہ۔ اسی بات کو سورۃ النساء کی آیت ۴۱ میں واضح کیا گیا کہ عدالت اخروی میں تمام رسول شہید یعنی گواہ بنا کر پیش کئے جائیں گے۔ فرمایا :

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ

○ شَهِيداً

(١) صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الجعائل والحمالان في السبيل.

سے پاک معاشرہ اور وہ نظام جو حضور ﷺ نے دیا، ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی پوری exfoliation اس کی برکات کا تمام و کمال ظہور، گویا lily in bloom نظر آتا ہے دورانِ خلافت راشدہ میں، اس لئے کہ حضور ﷺ کے عہد میں تو ابھی انقلاب کا عمل جاری تھا، ابھی انقلاب تکمیل کو پہنچایا تھا کہ حضور ﷺ نے ”رفیقِ اعلیٰ“ کی طرف مراجعت اختیار فرمائی۔

اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى

اس نظام کی برکات ظاہر ہوئیں بالخصوص دورِ فاروقی اور دورِ عثمانی میں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف حریت ہے تو اس کا عالم یہ ہے کہ ایک خاتون بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے فرماں روا کو ٹوک سکتی ہے۔ اور ایک خاتون کی تنقید پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا ایک آرڈیننس واپس لے لیتے ہیں، جاری شدہ حکم منسوخ فرمادیتے ہیں۔ اسی طرح ایک گدڑی آرمینس واپس لے لیتے ہیں، جاری شدہ حکم منسوخ فرمادیتے ہیں۔ اور دورِ انِ خطبہ کرتا ہے: لَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ یعنی نہ سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دریافت کرتے ہیں کہ معاملہ کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک خالص نجی تنقید ہے کہ یہ کرتا جو آپ نے پہنا ہوا ہے، ان چادروں سے بنا ہے جو مالِ غنیمت میں آئی تھیں اور ہر مسلمان کو جتنا حصہ ملا تھا اس سے کرتا نہیں بنتا اور آپ تو ہم میں سے ہیں بھی طویل القامت انسان، تو یہ کرتا کیسے بن گیا؟ وقت کے عظیم ترین فرماں روا پر عین مجمع عام میں یہ بالکل ذاتی تنقید ہو رہی ہے۔ آزادی اور حریت کا یہ عالم ہے، اظہارِ رائے کی یہ کیفیت ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وضاحت کے لئے اپنے بیٹے کو حکم دیتے ہیں کہ عبد اللہ! لوگوں کو اصل صورتِ حال بتلاؤ۔ اور جب وہ صراحت فرمادیتے ہیں کہ میں نے اپنے حصے کا کپڑا بھی ابا جان کو دے دیا تھا تاکہ ان کی قمیض مکمل ہو جائے تو اب وہی درویش بے نوا علی الاعلان کہتا ہے:

الْآن نَسْمَعُ وَنُطِيعُ

”ہاں اب ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔“

مساوات اگر کوئی قدر ہے، اور یقیناً ایک اعلیٰ قدر ہے، تو اس کا بھی ہمیں یہ منظر نظر آتا ہے کہ وقت کی عظیم ترین مملکت کا فرماں روا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس کے نام سے لرزہ طاری ہے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں، وہ بیت المقدس کا سفر کر رہا ہے اور کس شان سے! یہ ذاتی سفر

نہیں ہے، سرکاری فرائض کی ادائیگی کے لئے جارہے ہیں، لیکن ایک اونٹ اور ایک خادم کے ساتھ — اور حال یہ ہے کہ ایک منزل خلیفۃ المسلمین اونٹ کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں اور غلام یا خادم نکیل تھامے آگے چل رہا ہے، اور اگلی منزل میں معاملہ بالکل برعکس ہے کہ خادم اونٹ کی سواری کر رہا ہے اور خلیفۃ المسلمین نکیل تھامے ہوئے آگے پیل چل رہے ہیں — اسی طریقے سے عدل اگر حقیقتاً کسی شے کا نام ہے تو یہ تمام و کمال نظر آئے گی اسی عہد خلافت راشدہ میں کہ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا مصر میں ایک قبطی کو ناحق مارتا ہے، اور وہ قبطی جج کے موقع پر فریاد لے کر آتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قبطی کے ہاتھ سے گورنر کے بیٹے کو قصاص میں کوڑے لگواتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ذرا ایک دو ضربیں اس کے والد کو بھی لگاؤ، اس لئے کہ درحقیقت اس نے اپنے باپ کی ذرا ایک دو ضربیں (مسموم) کیا تھا۔ اور وہ شخص پکار اٹھتا ہے کہ نہیں، مجھے میرا بدلہ مل گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں قاضی کی عدالت میں پیش ہوتے ہیں اور ان کا دعویٰ صرف اس لئے خارج ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس گواہیاں صرف دو تھیں، ایک اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اور ایک غلام کی، اور عدالت فیصلہ کرتی ہے کہ کسی شخص کے حق میں اس کے بیٹے اور اس کے ذاتی غلام کی گواہی قبول نہیں ہو سکتی، لہذا آپ کا دعویٰ خارج ہے۔

حریت ہو، مساوات ہو، عدل و انصاف ہو، یہ تمام اقدار کہ جن کی یوں سمجھئے کہ نوع انسانی کو شدید ضرورت ہے، ان سب کو ایک معتدل نظام کے اندر سمو کر اس عدل اجتماعی کو بالفعل خلافت راشدہ نے قائم کر کے اور عملاً چلا کر دکھادیا، جس کے لئے آج نوع انسانی تڑپ رہی ہے۔ یہ ہے وہ جہت جو خلافت راشدہ کے ذریعے تا قیام قیامت نوع انسانی کے لئے قائم ہو چکی ہے۔

فَصَلِّ اللّٰهَ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَاٰخِرُ

دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝۝